

شیخ التفسیر والحدیث عارف باللہ پیر طریقت حضرت مولانا شمس الہادی صاحب شاہ منصورؒ

ضلع صوابی جو کہ صوبہ سرحد کا خوبصورت اور زرخیز خطہ ہے اس سرزمین کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ اپنی زر اندوزی کے ساتھ ساتھ انتہائی مردم خیز قطعہ بھی ہے اور ہر دور میں اس بھعہ نور نے زندگی کے ہر میدان میں ایسی شخصیات اور تابخ روزگار ہستیاں پیدا کیں ہیں کہ زمانہ اور اہل زمانہ ان کی تابغیت الکی محیر العقول اور حیرت انگیز کارناموں پر تاقیامت فخر کریں گے۔ بلاشبہ یہ زمین چشمک زن آفتاب و ماہتاب ہے کہ اس کی آغوش محبت میں ایسی ایسی ہستیاں پھلیں اور بڑھیں۔

یہ وہ خطہ ہے جس کی شان ہے رشک مہ و اختر
فلک والے بھی اس کی عظمتوں پر ناز کرتے ہیں

اسی تعلقہ میں مشہور قصبہ شاہ منصور ہے جو کہ سالہا سال سے علم و فضل تقویٰ و تدین تصوف و سلوک اور رشد و ہدایت و صدق و صفا کا گہوارہ چلا آ رہا ہے بظاہر یہ چھوٹا قصبہ اپنی علمی و جاہت اور شان و شکوہ کی وجہ سے بڑے بڑے شہروں پر بھاری ہے۔ اسی قصبہ کی کوکھ نے ایسے نوافخ وقت جنم دیئے جن کا نام علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی تاریخ میں جلی عنوان سے رقم رہے گا۔ اور ان کی شخصیت آسمان رشد و ہدایت پر نیر تاباں کی طرح چمکتی وکتی رہے گی۔ ماضی قریب میں مشہور مفسر قرآن شیخ التفسیر والحدیث عارف باللہ استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالہادی صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات مستعار کے پورے ۶۳ (تریسٹھ سال) حبسہ للہ قرآنی علوم و معارف اور سند رسول ﷺ کے نور کو چار داگ عالم میں پھیلانے میں گزارے۔ اس سے پہلے مشہور صاحب وجد و شوق بزرگ حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب قدس سرہ نے میکدہ علم و عرفان کو اپنے علم و فضل اور تصوف و سلوک کے مئے ناب سے پڑخار رکھا اور آج تک اس خوش قسمت قصبہ کی علمی و روحانی رونقیں مامد نہ ہوئیں اور اسکی ضیاء پاشیوں میں دن بدن روز افزوں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ ان نفوس قدسیہ کی انفاں کی روحانیت اب بھی اہل دل اس کی فضاؤں میں محسوس کرتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کس ساتی کے ہاتھوں یہ حضرات ایسے سیراب ہوئے ہیں کہ ان کا اثر تاہنوز جاری و ساری ہے اور وہاں پر ہر سور و حانیت کی ایک روح پرور کیفیت طاری ہے۔ بقول خواجہ غلام الحسن محدثؒ

ساقی تراستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب مے پیو نے ظالم شمشے میں بھری ہوگی

جنت میں ملے گا وہ جس میں جسے راحت ہو ہم کو تو پسند اپنی شوریدہ سری ہوگی

ان برگزیدہ ہستیوں میں دو محترم برادران جن کو علمی دنیا اپنے علم و فضل، تقویٰ و تدین رشد و ہدایت اور زہد و تقویٰ و صدق و صفاء کی وجہ سے بطور تعظیم و تکریم شیخین مکرین کہتے ہیں اور واقعہ یہ دونوں عظیم ہستیاں اس باوقار لقب کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شیخین کو جس جامعیت سے نوازا تھا موجودہ زمانہ میں ایسی صفات کی حامل شخصیات بالکل خال خال نظر آتی ہیں۔ بلکہ خدا لگتی بات یہ ہے کہ ناپید ہیں اس لئے کہ ایک عالم فنون اور مقبولیت میں توید طولی رکھتا ہے۔ لیکن پھر حدیث اور دیگر مقولات میں ان کی وہ شان و شوکت نہیں ہوتی، اور دوسرا اگر علم تفسیر و حدیث میں ماہر ہے تو پھر مقولات میں ان کی وہ دقت نظر نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر کسی کو علم شریعت ظاہرہ کا مکمل ادراک ہے تو تصوف و احسان سے نا بلند ہے یا اگر وہ تصوف و احسان کے علم کا شہور ہے تو علوم ظاہرہ میں اس کی وہ قوت نہیں۔ لیکن محمد اللہ شیخین مکرین جامع شریعت و طریقت بھی تھے اور مقولات و مقولات میں ان کو یکساں طور پر مہارت تامہ حاصل تھی۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدی کے واسطے داد و درن کہاں

اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ ان کی جبینوں سے نور کے شعلے نکلنے لگتے تھے جو کوئی ان کو دیکھتا تو بے ساختہ اس کی زبان پر یہ آیت آتی۔ ما ھذا بشرا ان ھذا الاملک کریم ان کے چہروں کی تابانوں سے نظریں اور آنکھیں سیر نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ اللہ عجیب منظر ہوتا جب دونوں شیخین اکٹھے ہمسفر ہوتے یا راستے پر جاتے تو خلقت بے ساختہ ان کی تعظیم کے لئے کمزری ہو جاتی تھی۔ سادگی بے تکلفی اور تصنع سے دوری ان ہر دو شیخین کا طرہ امتیاز تھا ان پر قرون وسطی کے مسلمانوں اور بزرگوں کا گمان ہوتا۔ گویا اسلاف کے کاروان سے چھڑ کر پیچھے رہ گئے ہیں اور یہ ہماری سعادت مندی اور خوش بختی ہے کہ ان کے دیدار سے شرفیاب ہوئے ان کے گفتار سے لطف اندوز ہوئے ان کے کردار میں ہم نے مخلوق باخلاقی اللہ کی عملی تصویر دیکھی

آئے عشاق مئے وعدہ فردا لے کر اب انہیں دھوٹ چرخ زیا لے کر (اقبال)

۱۹۷۶ء میں راقم دورہ تفسیر قرآن کے لئے شاہ منصور گیا وہاں پر مشہور زمانہ مفسر قرآن شیخ القرآن ولی کامل عارف باللہ حضرت مولانا عبد الہادی صاحب قدس سرہ رمضان المبارک میں دورہ تفسیر پڑھاتے تھے۔ اور صوبہ سرحد و افغانستان سے کثیر تعداد میں طلبہ اس میں شرکت کرتے۔ صبح تفسیر شروع ہونے سے پہلے حضرت الشیخ مولانا مٹس الہادی صاحب علم میراث کی مشہور کتاب سراجی اور اس کے ساتھ قصیدہ بردہ شریف پڑھاتے تھے۔ ہمارے دورہ تفسیر کے اکثر ساتھی اس درس میں باقاعدگی سے شرکت کرتے۔ بندہ چونکہ اسی مسجد (قاسم خیل) میں رہائش پذیر تھا۔ تو مجھے آنے جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ ہمارا خاص خیال رکھتے اور انتہائی شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل محلہ

سے ہمارے اکرام اور راحت کے بارے میں تلقین فرماتے۔ دوسرے شیخ آپ کے برادر بزرگ حضرت مولانا فضل الہی صاحب قدس سرہ سے ابھی تعارف نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ آپ اپنے گھر کے قریب اپنے محلہ کی مسجد میں نمازوں کی ادائیگی کیلئے اسی مسجد میں تشریف لے جاتے۔ رمضان کا مہینہ جب شروع ہوا تو شاہ منصور کے مشہور حافظ مولانا حافظ فضل دیان صاحبؒ جو کہ حضرت الشیخ کے سامنے دورہ تفسیر کے دوران تلاوت کرتے اور ان کی خوبی یہ تھی کہ آپ کو حضرت الشیخ کی تفسیر بمع تمام تقریرات، تقریرات، اشعار، لطائف، حکایات اور دیگر تحقیقی مباحث کے ساتھ ازبر تھی۔ حضرت الشیخ جب فرماتے کہ میں نے یہاں کون سا شعر پڑھا تھا تو حافظ صاحب فوراً اونچی آواز سے وہ شعر سناتے وہ عموماً فارسی کا شعر ہوتا۔ بہر حال آپ نے تراویح میں مصلیٰ سنانا شروع کیا۔ ختم قرآن کی رات حضرت مولانا فضل الہی صاحب قدس سرہ تشریف لائے، گرمیوں کا موسم تھا۔ غالباً جون کا مہینہ تھا۔ تراویح کے بعد آپ نے انتہائی سادہ انداز میں تقریر شروع کی اور ازراہ تفنن فرمایا کہ آج کل گرمیوں (جیٹ اور ہاڑ) کے روزے ہیں، افطاری کے وقت روزہ دار لوگ روٹی نہیں کھاتے بلکہ پانی اور شربت گلاسوں کے گلاس اٹھیل دیتے ہیں پھر ان میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت نہیں رہتی۔ یہ تو اللہ کا فضل و احسان ہے کہ تراویح کی شکل میں اس کے لئے اللہ نے ہاضوم پیدا کیا۔ دعا کے بعد حضرت الشیخ نے اپنے بھائی کے ساتھ بندہ کا تعارف کرایا۔ آپ نے والد صاحب قدس سرہ کی خیریت دریافت کی اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرت الشیخ اور ان کے برادر بزرگ دونوں شہنشاہ برادران صاحب حق صاحب زرہ بی مولانا حبیب اللہ صاحبؒ والد گرامی قدر حضرت الاستاذ مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے۔ اور یہ دونوں بھائی زرہ بی میں راقم کے ماموں حضرت علامہ عبدالوحید قاسمیؒ فاضل یوبند کے محلہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے وہ بھی حضرت صاحب حق صاحبؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔ آپ اکثر ان کا تذکرہ کرتے اور فرماتے کہ اللہ نے غضب کا حافظہ اور ذہن ان کو عطا فرمایا تھا۔

آپ کی تقریر انتہائی دلنشین ہوتی، باوجود یہ کہ آپ پیشہ ور خطیب یا مقرر نہ تھے بلکہ جس انداز سے آپ طلبہ کو درس دیا کرتے تھے اسی اسلوب میں تقریر فرماتے۔ لیکن انکا خطاب اتنا اثر آفریں اور سحر انگیز ہوتا کہ دو دو ڈھائی گھنٹے آپ تقریر فرماتے۔ لیکن سامعین میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے کی جرات نہ کرتا وہ ہمہ تن گوش رہتے اور انتہائی محویت اور یکسوئی کے ساتھ آپ کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔ حالانکہ آپ نہ خوش آواز تھے اور نہ اونچی آواز میں پرجوش انداز میں تقریر فرماتے بلکہ انتہائی وقار و متانت اور سنجیدگی کے ساتھ سامعین سے مخاطب ہوتے۔

ایک دفعہ تفسیر قرآن کے ختم کے سلسلے میں ہمارے گاؤں زرہ بی تشریف لائے تھے نماز عشاء کے بعد آپ نے تقریر شروع کی۔ ڈھائی گھنٹے تک آپ نے اس عظیم الشان بر مغز بلکہ سادہ انداز میں خطاب فرمایا کہ حاضرین میں

سے کسی نے بھی جانے کی یا اٹھنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک تو آپ کا اپنا مخصوص انداز دوسرا آپ کا ملکوئی رنگ فرشتہ نما صورت، گویا آسمانی مخلوق زمین پر اتر آئی ہے خطاب کے اختتام پر آپ نے حاضرین کو مختلف وظائف اور اذکار کی بھی تلقین کی۔ ایک صاحب نے راقم کو کہا کہ حضرت نے اتنی جلدی اپنی تقریر کیوں ختم کی۔ بندہ نے ان کو کہا کہ وہ بچپارہ کمزور اور بیمار ہے اور اسی حالت میں آپ نے ڈھائی گھنٹہ تقریر کی اور کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا اچھا۔ ہمیں تو احساس تک نہیں ہوا ہے۔

قصیدہ بردہ شریف کے اختتام پر ہم شرکاء درس کو فرمایا کہ قصیدہ بردہ شریف میں دو شعر ایسے ہیں جو کہ اس کے بادشاہ اور وزیر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ شعر ہے

هو الحبيب الذي ترجى شفاعته لكل هول من الاحوال مفتحم

جاءت لدعوته الاشجار ساجدة تمنى اليه على ساق بلا قدم

اسی طرح اور بھی بہت سے وظائف اور اذکار سے نوازا۔

آپ انتہائی بامروت اور جی دار انسان تھے۔ ہم جیسے طفلان مکتب کی بھی انتہائی قدر کرتے۔ ایک دفعہ ایک فاضل کی دستار بندی کے سلسلے میں ہم آپ کے بھائی مولانا فضل الہی صاحبؒ کے پاس گئے اور ان کو دستار بندی میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی۔ جبکہ حضرت الشیخؒ نے عذر پیش کیا کہ میں بیمار ہوں اور ضعف بھی ہے۔ اس لئے میں باوجود اس مبارک تقریب میں شرکت کی تمنا کے شریک نہیں ہو سکتا۔ جب ہم مقررہ تاریخ پر مولانا فضل الہی صاحب کے پاس گئے اور ان کو ساتھ جانے کے لئے کہا تو اتفاقاً ان کی بھی طبیعت ناساز تھی انہوں نے بھی فرمایا کہ خدا کی شان میں نے وعدہ کیا تھا، لیکن اب میری حالت آپ دیکھ رہے ہیں ہم بہت پریشان ہوئے۔ اتنے میں نماز عصر کا وقت ہوا ہم نماز کیلئے مسجد گئے۔ نماز کے بعد حضرت الشیخؒ سے ملاقات کی۔ انہوں نے خیریت دریافت کی۔ پھر فرمایا: کیسے آنا ہوا۔ ہم نے عرض کیا کہ چند دن پہلے جو ہم حاضر خدمت ہوئے تھے دستار بندی کی دعوت کے سلسلے میں اس بارے میں مولانا فضل الہی صاحب کے پاس آئے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ کہاں ہیں ہم نے عرض کیا۔ حضرت وہ بیمار ہیں اور ہمارے ساتھ جانے سے قاصر ہیں آپ نے فرمایا اچھا اور انتہائی افسوس کا اظہار کیا پھر ایک منٹ توقف کے بعد اپنے برخوردار مولانا اعجاز الحق کو فرمایا کہ جاؤ گھر سے میری چادر اور عصا لے آؤ۔ اور فرمایا کہ یہ تو بُری بات ہے میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ہم نے عرض کیا حضرت آپ نے تو عذر کیا ہے آپ کو تکلیف ہوگی آپ تشریف نہ لے جائیں، مگر ہمارے اصرار کے باوجود آپ ہمارے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور اس تقریب کو اپنے قدم میں منت لڑدے لے گئے۔

آپ کے لائق و فائق اور قابلِ فخر فرزند مفتی اعظم بوب و جنوئی افریقہ برادر مولانا مفتی رضاء الحق صاحب

مدظلہ جنوبی افریقہ سے شعبان و رمضان کی چھیون میں تشریف لاتے ہیں تو اکثر ان کے ساتھ ملاقات کیلئے شاہ منصور جانا ہوتا ہے۔ اس دوران آپ سے ملاقات بھی ہو جاتی۔ اگرچہ آپ گھنٹوں کی تکلیف میں جلتا تھے اور ویل چیمز کے ذریعہ انکو اپنی بیٹھک تک لایا جاتا۔ اکثر جب ہم وہاں جاتے تو آپ بیٹھک سے گھر تشریف لے جا چکے ہوتے۔ لیکن جب ان کو ہماری آمد کی اطلاع ملتی تو برخوداران کو فرماتے کہ مجھے دوبارہ بیٹھک لے جائیں۔ اور یوں ہمیں شرف ملاقات سے نوازتے۔ ہمارے ساتھ اپنے شاہی دسترخوان پر تناول طعام میں شرکت فرماتے۔

ایسے اخلاق کریمانہ کا مظاہرہ فرماتے کہ ہم کو ان کی تکلیف پر ایک قسم کی عداوت کا احساس ہوتا، پھر جس محبت بھرے لہجہ میں بچوں اور گھر کی خیریت دریافت فرماتے اس میں اتنی محبت اتنی اپنائیت اور اتنا دلہانہ پن ہوتا کہ الفاظ ان کے بیان سے قاصر ہیں۔

علامہ اور عقیدت مندوں کی دلجوئی کے لئے کبھی کبھی ہلکا پھلکا مزاح بھی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔ برادر محترم مولانا فضل علی حقانی سابق وزیر تعلیم صوبہ سرحد کی ہمشیرہ کی وفات کے موقع پر راقم استاذ کرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ استاذ حدیث و نائب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے ہمراہ نماز جنازہ میں شرکت کیلئے زرہی ضلع صوابی گئے۔ واپسی پر حضرت الاستاذ مدظلہ نے فرمایا کہ زیدہ کے راستے شاہ منصور جائیں گے وہاں پر صاحب حق صاحب یعنی حضرت مولانا فضل الحق صاحب بیمار ہیں انکی عیادت اور تیمارداری کریں گے، کیونکہ ۲۰۰۲ء میں آپ کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی۔ چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد ہم انکے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اس وقت سردیوں کا موسم تھا۔ آپ اپنے کمرے میں نماز سے فارغ ہوئے تھے۔ ہم جب وہاں ان کے پاس گئے تو انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا۔ حضرت الاستاذ مدظلہ نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ کی ٹانگ کیسے ٹوٹ گئی تو اپنے مخصوص لہجہ اور سادہ زبان میں فرمانے لگے کہ صاحب (صاحبہ) سحری کے وقت تہجد کے لئے اٹھا، اور یہ مصلیٰ میری چارپائی کے قریب ہی میرے لئے گھر والوں نے بچھا رکھا ہے۔ چارپائی سے نیچے اتر اور مصلیٰ پر کھڑا ہوا کہ سرچکرا گیا اور زمین پر گر پڑا۔ اسی طرح پاؤں ٹوٹ گئی، خدا کی شان ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ جب میری ٹانگ ٹوٹ گئی، چند دن ہسپتال میں زیر علاج رہا تو بعض طلبہ نے میرے بھائی مولانا ٹمس الہادی سے کہا کہ اب تو صاحب حق صاحب بیمار ہو گئے۔ ان کے اسباق اور کتابوں کی کیا صورت ہوگی۔ تو میرے بھائی نے ان کو ازراہ مزاح متھما نہ لہجہ میں کہا کہ آپ کے پاؤں میں تکلیف ہے، کتابیں اور درس تو آپ مند اور زبان سے دیتے ہیں، وہ تو صحیح ہیں۔ اس پر خود بھی زیر لب مسکراتے رہے۔ راستے میں استاذ محترم آپ کی ان سادہ اور بے تکلفانہ باتوں کو دہراتے اور اس سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت الشیخ مولانا ٹمس الہادی صاحبؒ اپنے علامہ اور معتقدین کیساتھ خطابت اور تقریر کیلئے اکثر جایا کرتے تھے، وہ کسی کو باوجود ضعف و بقاء کے انکار نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب شدید

بیماری نہ ہوتی اور یہ اس وجہ سے کہ آپ میں وعظ و نصیحت اور مخلوق خدا کی بھلائی کا جذبہ کوٹ کوٹ کا بھرا ہوا تھا۔ آپ اس بات پر جریں تھے کہ تمام انسان بھلائی اور نیکی کی طرف راغب ہوں تاکہ معاشرہ میں فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ خطبات اور تقاریر کا شعبہ حضرت اشخ نے سنبال رکھا تھا جبکہ آپ کے برادر بزرگ مولانا فضل الہی صاحب قدس سرہ اختتامی دعا فرماتے۔ آپ کی دعا میں عجیب تاثیر ہوتی۔ ایک دفعہ دونوں شیخین برادران ہمارے گاؤں زرubi تشریف لائے تھے۔ حضرت اشخ نے خطاب فرمایا۔ اسکے بعد اکثر سامعین کے اصرار پر راقم نے مولانا فضل الہی سے عرض کیا کہ حضرت یہ سامعین دعا سے پہلے آپ کے ارشادات عالیہ سننے کے متمنی ہیں تو فرمایا، تقریر تو ٹمس الہادی نے بہت بہترین فرمائی اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں۔ ہم سمجھ گئے کہ آپ تقریر سے اپنے آپ کو بچانا چاہتے ہیں لیکن ہم نے بھی ان کو باصرار کہا، جس پر حضرت اشخ نے آپ سے فرمایا کہ جب یہ لوگ اتنا اصرار کر رہے ہیں تو چند باتیں آپ فرمائیں۔ ان حاضرین کی تسلی ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے ذکر واذکار کی اہمیت اور تعلق مع اللہ کے متعلق تقریباً ۳۵/۴ منٹ تک انتہائی خوبصورت لفظوں میں خطاب فرمایا۔ جس پر حاضرین بھی بہت خوش ہوئے۔ حضرت اشخ بھی بہت محفوظ ہوئے، ان سے فرمایا کہ آپ نے کسی دلنشین اور خوبصورت باتیں فرمائیں، ویسے آپ انکار کیا کرتے تھے۔

عشق رسول ﷺ آپ کی روح کی غذا تھا۔ حجاز مقدس مہبط جبرئیل امین کے تذکرہ پر آپ کے چہرہ اقدس کی نورانیت مزید نکھر جاتی۔ سیرت کے جلسوں میں بڑے ذوق و شوق سے شرکت فرماتے اور سینھل میں عشق رسول ﷺ کی چنگاری کو ہوا دیتے۔ آپ ہر قسم کے تعصبات، کینہ توہمی اور حسد جیسی موذی روحانی امراض سے مبرا تھے جبکہ آج کل یہ امراض عوام تو کجا خواص بھی اس میں بری طرح گرفتار ہیں۔ لیکن آپ ان آلائشوں سے کوسوں دور تھے۔ ان کا مسلک بقول کسے یہ تھا۔ کہ

۔ دردمہب مانیت بہ کس کینہ داشتن آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

خود نمائی، خود پسندی، عجب و تکبر کے الفاظ وہ جانتے تک نہ تھے، آپ کی اپنی ایک روحانی دنیا تھی اور ایک علیحدہ نزالہ جہاں کیف و وجد اور عالم مستی و جذب تھا، جس کی سیر میں آپ روز و شب اور صبح و مسامہک رہتے۔ وہ من کی دنیا کا بای۔ تھا ع اپنے من میں ذوب کر پا جا سراغ زندگی

وہ واقف سر شریعت راز دان و رمز آشنائے حقیقت و طریقت تھے اور یہ خبر اور نظر آپ کو اپنے مشائخ طریقت شیخ عبدالغفور عباسی مدنی اور آپ کے اجل خلفاء سے ورشہ میں ملی تھی۔ علامہ اقبال کے ان فارسی اشعار کے پس منظر میں آپ کا مقام جلوہ آرا اور واضح و آشکارا ہو جاتا ہے فرماتے ہیں

سر دین مار اخبار اور انظر اورون خانہ ما بیرون در

ماکلبا دوست ماسم فروش اور دست مصطفیٰ پناہ نوش

چونکہ آپ ایک دلی کامل ایک صوفی صافی تھے درد اور سوز و ساز سے آپ کا سینہ بے کینہ مامور و معمور تھا، اس لئے آپ بہترین ذوق شعر کے مالک تھے۔ اور وقتاً فارسی عربی اور اردو و پشتو کے اشعار حسب حال و موقع سناتے۔ فارسی میں زیادہ تر روئی، جانی، سہڑی اور حافظ و بیدل کے اشعار سناتے اور کبھی کبھی ان اشعار کی تشریح بھی عارفانہ انداز اور تصوفانہ رنگ میں فرماتے، جس سے دل و دماغ کے بندر بچے کھل جاتے، اور ذوق و وجدان کے غنچے کھل اٹھتے۔

راقم کے ایک لبتانی دوست نے ہمارے علاقائی علماء سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ تو ایک دن ہم آپ سے ملاقات کے لئے ان کے ہمراہ شاہ منصور چلے گئے۔ حضرت الشیخ نے انتہائی شفقت کا مظاہرہ فرمایا اور باوجود ضعف و بیماری کے بیٹھک تشریف لائے اور ہمارے ساتھ تصوف اور اپنے مشائخ کے متعلق ارشادات فرماتے رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں رمضان کے مہینے میں بندہ نے اپنے قابل فخر اور ہونہار شاگرد مولانا مفتی امیر زمان حقانی، مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ انک شہر کو ساتھ لیا اور آپ کے قابل فخر و لائق فرزند مفتی اعظم یورپ و جنوبی افریقہ مولانا رضاء الحق صاحب مدظلہ کی ملاقات کیلئے شاہ منصور گئے۔ وہاں پر حضرت الشیخ اپنی مسجد میں محکف تھے۔ ان کے پاس بھی دعا کی درخواست لئے ملاقات کیلئے گئے۔ بندہ نے اپنے ساتھ اوراد اور وظائف کا ایک چھوٹا کتابچہ بنام فیوضات غفور یہ لیا تھا تاکہ آپ سے اس کتابچے کے اوراد کی اجازت لے لوں چنانچہ جب ان کو وہ کتابچہ دکھایا، اس کو لے لیا اور انتہائی ذوق و شوق اور محبت و عقیدت سے اسکی ورق گردانی کرتے رہے پھر فرمایا کہ یہ کتابچہ آپ کو کہاں سے ملا ہے، بندہ نے عرض کیا ایک ساتھی نے تحفہ دیا ہے، بندہ سمجھ گیا کہ حضرت الشیخ کو یہ کتابچہ پسند آیا ہے چنانچہ بندہ نے وہ کتابچہ ان کو تحفہ میں دیا۔ آپ نے فرمایا آپ پھر کیا کریں گے۔ بندہ نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اور نسخہ بھی موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے بہت خندہ پیشانی سے اس کے اوراد کی اجازت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یا لطیف کا ورد بہت ہی کامیاب چیز ہے، تو بندہ نے عرض کیا کہ میں نے اسکا ختم اسی ترتیب سے کیا ہے کہ پہلے لا امدد کہ لا ابصار وهو یدرک لا ابصار وهو اللطیف الخیر اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وهو القوی العزیز اور ان ربی لطیف لمن یشاء اور الا یعلم من خلق وهو اللطیف الخیر

پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد ۱۳۹ مرتبہ جو کہ ابجد کے حساب سے لطیف اسم کی قیمت ہے پڑھتا ہوں اور یہ عمل میں نے ۱۳۹ مرتبہ کیا ہے اس طرح اس کی تعداد ساڑھے سولہ ہزار تقریباً بنتی ہے اس پر آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر ہم نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور دست بوسی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہوئے کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آپ کے ساتھ الوداعی ملاقات ہوگی۔

کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی گماں تک نہ ہوا وہ چھڑنے والا ہے

انضباط اوقات میں آپ کا کوئی غلطی نہیں تھا، مگر یہ نظام الاوقات سے سر مو بھی انحراف نہیں

فرماتے تھے۔ البتہ بعض طبعی اور فطری مجبوریوں اس سے مستثنیٰ تھیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کے اوقات میں برکت تھی اور تنہا بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف پڑھانے اور جمادی الثانیہ کے آخر میں پھر آپ کی تقریب ختم بخاری شریف اور دستار بندی منعقد ہوتی۔ اس کے لئے کوئی تشہیری مہم نہیں چلائی جاتی، لیکن پھر بھی اس موقع پر ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے اور قرب و جوار کے علماء و صلحاء اور فضلاء کے علاوہ کثیر تعداد میں عوام الناس بھی شرکت کرتے ہیں۔ وہ منظر قابل دید ہوتا۔ جب آپ اپنی نشست پر براجمان ہوتے اور ہزاروں کی تعداد میں مجمع آپ کی طرف متوجہ ہوتا اور آپ کے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھیں اور نظریں سیراب کرتے۔

آہ! غ اٹھ گیا تاوک فگن مارے گادل پرتیر کون؟

میرے والد محترم امام المصطفیٰ صدر المدرسین علامہ عبدالحلیم صاحب قدس سرہ کے ساتھ آپ دونوں شیخین کریمین کا انتہائی قریبی تعلق رہا۔ جب کبھی عند الملاقات آپ کا تذکرہ چھڑتا تو دونوں حضرات باری باری آپ کی علیت و عبقریت کے بارے میں اپنے والہانہ اور مخلصانہ تاثرات کا اظہار فرماتے۔ ایک دفعہ آ محترم کا تذکرہ جاری تھا، بہت دیر تک آپ کی علی شان پر مختلف زاویوں سے دونوں شیخین بحث میں مصروف تھے، جب کافی دیر گز گئی تو حضرت مولانا فضل الہی صاحب قدس سرہ نے بحث کو سمیٹتے ہوئے ایک آہ سرد کھینچی اور فرمایا۔

سر کو مہ بہ مونگہ دھفونی و علمیت خبرے کوو۔ صدر صیب خوبس صدر صیب وو۔ دھغہ پہ شان خو اُس سوک نہ شی پیدا کیدے۔ ہغہ خویو جامع عالم وو۔ پنخے او کوٹلے خبرے بہ نے کولے۔ لونے لونے باریکے او غنے غنے مسئلے بہ نے پہ مختصر والفاظو کے حل کولے۔ او د غنو مسئلہ نہ پہ مختصر واو جامع الفاظ کے تعبیر د قوی علم علامہ دہ۔

یعنی ہم کہاں تک ان کی علیت کے بارے میں بات کریں گے۔ صدر صاحب تو بس صدر صاحب تھے، ان کی طرح اب کوئی پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ بہت بڑے جامع عالم تھے، بہت ہی پختہ اور مضبوط باتیں فرمایا کرتے تھے۔ بڑے اہم اور دقیق مسائل مختصر الفاظ میں حل فرمایا کرتے اور بڑے مہتمم بالشان مسائل سے مختصر مگر جامع الفاظ میں تعبیر فرماتے۔ یہ قوی اور مضبوط عالم کی نشانی ہے۔

حضرت الشیخ کے ساتھ خلق خدا کی محبت اور عقیدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ جن میں اہل علم کے ساتھ ساتھ عوام الناس کا ایک فوج ظفر موج بھی اُمڈ آیا تھا۔ تاحد نگاہ انسانوں کے سری سر نظر آرہے تھے۔ اور ہر شخص آپ کے دیدار کے لئے بیتاب تھا۔ لیکن اوڈھام کی وجہ سے ایسا ممکن نہ تھا۔ اس موقع پر استاذ محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے غزوہ الفاظ میں مجمع سے خطاب کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا کہ یہ علماء ربانین اور علماء تھانین کی شان ہوتی ہے کہ ان کے جنازوں میں خواص و عوام کا ہجوم

ہوتا ہے اور یہ ان کی مقبولیت کی بہت بڑی دلیل اور واضح مثال ہے اور مسلک حق سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے جنازہ اسی طرح ہوتے ہیں۔ مٹس شان کے ساتھ آپ کا جنازہ دوش عظمت پر سوار جا رہا تھا۔ پھر آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں اپنے برادر بزرگ مولانا فضل الہی قدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

مٹی میں کیا سمجھ کے چھپاتے ہو دوستو گنجینہ علوم ہے یہ گنج زر نہیں

جس طرح کہ یہ دونوں شیخین زندگی میں ہم پیالہ وہم نوالہ تھے اکٹھے درس و تدریس کرتے اکٹھے وعظ و نصیحت کے لئے مجالس اور جلسوں میں شرکت کرتے اسی طرح بعد از وفات بھی ایک ساتھ مدفون ہیں۔ اب بھی ان سطور کے لکھتے وقت راقم کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گردش کر رہا ہے جب حضرت مولانا فضل الہی صاحب قدس سرہ ۲۰ رمضان المبارک بمطابق ۱۵ نومبر ۲۰۰۳ء کو رحلت فرما گئے تھے۔ جب آپ کا جنازہ جنازہ گاہ میں رکھا گیا تو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ نے آبدیدہ آنکھوں سے اپنے محبوب اور مجدد برادر بزرگ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کے ساتھ مخاطب تھے، لیکن حاضرین کی کثرت اور محراب سے دوری کی وجہ سے بندہ آپ کے کلمات مبارکہ نہ سن سکا۔ غالباً یہی کہا ہوگا کہ بقول اقبالؒ

نہیں بیگاگی اچھی رفیق راہ منزل۔ سے ٹھہر جائے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

ایک طرف نہ صرف ہمیں بلکہ تمام علمی دنیا اور عالم روحانیت کو آپ کی جدائی پر افسوس ہے اور آپ کی وفات پر ہر شخص ماتم کنان ہے اور چار سو غم و اندوہ کی فضا چھائی ہوئی ہے اور کیوں نہ ہو ایسی عظیم ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوا کرتی ہیں۔ پھر اس قطب الرجال میں یہ صدمہ اور بھی گہرا ہو جاتا ہے۔ لیکن مقام تشکر و امتنان ہے کہ آپ کے پسماندگان نے اس میکدہ علم و عرفان کتب درس و تدریس اور میخانہ عشق و مستی کو ویران ہونے نہیں دیا۔ آج آپ کے بڑے فرزند نے جنوبی افریقہ اور عظمت کدہ یورپ کو اپنی علمی و تحقیقی ضیاء باریوں اور غم افشانیوں سے منور کیا ہے۔ دوسری طرف دیگر فرزند ان نے آپ کے قائم طبع علم و عرفان کو خشک نہیں ہونے دیا۔ اور انہوں نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصوف اور سلوک و احسان کے میکدے کو بھی آباد رکھا ہے۔ اور یہ امر بھی خوش آئند ہے کہ برادر م حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ رمضان شریف میں اپنے عظیم والد مرحوم کے طریقہ کو زندہ رکھتے ہوئے سراجی اور قصیدہ بردہ شریف طلبہ دورہ تفسیر و فتن کو پڑھاتے ہیں، یقیناً یہ حضرت الشیخؒ کے لئے بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے آپ کے فرزند ان کے اس عمل سے آپ کی روح پر فتوح مزار مبارک میں خوش و خرم ہوگی۔

حضرات شیخین کریمین نے نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک کتب درس و تدریس کو آباد رکھا تھا، اور ان ہر دو حضرات کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ماشاء اللہ دونوں برادران علوم اور فتن کے جامع تھے، ہر علم اور ہر فن کی کتابیں آپ حضرات کی زیر تدریس رہیں، اسی طرح وعظ و ارشاد اور اپنے مواظع حسنہ سے ایک عالم کو انہوں نے

مستفیض فرمایا، ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ حضرات کے علمی افادات مختلف کتابوں پر آپ کے درس و آملی اور مواظ و خطبات یکجا کئے جائیں اور آپ کے علمی مآثر محفوظ ہو جائیں تاکہ آنے والی نسلیں اس سے مستفید ہو سکیں۔ بحمد اللہ آپ کے فرزند ان بالخصوص حضرت مفتی رضاء الحق صاحب مدظلہ سے یہ توقع ہے کہ وہ اس پہلو پر بھی غور فرمادیں گے۔ بلاشبہ یہ ایک بہت ہی مشقت طلب اور محنت طلب کام ہے۔ لیکن ہمت مردان مددِ خدا کے مصداق ان شاء اللہ ان مرحومین کی کرامات کے طفیل یہ کام بھی پایہ تکمیل تک پہنچ جائے گا۔

آخر میں اپنی یہ بے ربط یادداشتیں ان ٹوٹے پھوٹے رٹائیے اشعار پر سمیٹ رہا ہوں تاکہ محزون دل اور غم و اندوہ میں ڈوبے ہوئے جگر کو کچھ تسکین حاصل ہو جائے۔

اے ہمارے شیخ اعظم شیخ کامل الوداع	صاحب ایقان و عرفاں صاحب دل الوداع
نیز گردون تقویٰ شاہ ہفت اقلیم علم	تاج ملک معرفت کے ہائے حامل الوداع
واسطے ہے داترے باب مقامات سلوک	کردیئے ہیں تو نے طے کیا کیا منازل الوداع
بیکر مبر و قناعت جسم تسلیم و رضا	جامع شرع و طریق اے خوش خصائل الوداع
کس خرام ناز سے ہے جانب غلہ بریں	سوئے علیین رواں ہے ایک فاضل الوداع
سرگردہ عالمانِ دین قیم السلام	اے زعیم ملت و جمع الفصائل الوداع
آپ کی فرقت پہ گریاں یہ جہان وجد و کیف	تیری ہجرت باعث صد ہا مشاغل الوداع
رو رہی ہے علمی دنیا آج باخون جگر	نیم جان و نیم تن ہیں تیرے نسل الوداع
نالہ ریزاں ہیں چمن میں عند لیبان و ہزار	نوح زن ہیں اُف گلستاں میں بلابل الوداع
عالم رشد و ہدایت پر ہے اب طاری سکوت	زبد و تقویٰ لطف و احساں کے اے حاصل الوداع
جن مجالس میں ملا کرتی تھی دل کو تازگی	سونی سونی ہیں خدا یا وہ محافل الوداع
غرق دریائے الم ہے عالم سوز و گداز	اب نظر آتا نہیں ہے کوئی ساحل الوداع
یہ عظیم الشان جنازہ تیری عظمت کی دلیل	جس میں نورانی تھی اک مخلوق شامل الوداع
تیری شمع رخ پہ ہوتے تھے جو پروانے نثار	کس طرف ہو جائیں دیوانے وہ مائل الوداع

حسن سیرت اور صورت آپ پر فانی تمام

ہو گئے غلہ آشیاں نوری شامل الوداع